یادِ رفتگاں

ادارہ الحق

علامہ

مولانا عبدالحق نافع گل

سابق استاذ دارالعلوم دیوبند

اس ماہ علمی دنیا کو علامہ یگانہ مولانا عبدالحق نافع گل سابق استاذ دارالعلوم دیوبند کی وفات کا صدمہ پیش آیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا مرحوم کا مختصر سوانحی خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

★

حضرت مولانا ۹ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ کو زیارت کاکا صاحب تحصیل نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ مرحوم کا خاندان کاکاخیل اپنے علاقے کا ایک مشہور خاندان ہے۔ جسے لوگ تقدس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مولانا مرحوم کا نام والد نے عبدالحق اور والدہ نے نافع گل رکھا تھا۔ زیادہ شہرت دوسرے نام کی ہوئی، انہوں نے بڑے ہو کر دونوں ناموں کو ملا کر عبدالحق نافع گل بنا دیا۔

مرحوم کے والد ان دنوں زیادہ تر اپنی جائداد پر "درگئی" (ملاکنڈ ایجنسی) میں مقیم رہتے تھے۔ چنانچہ والد مرحوم کا بچپن بھی زیادہ تر درگئی میں گذرا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور درگئی کے ایک عالم مولانا محمود سے حاصل کی۔ ان کے والد فارسی زبان میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ نیز علم طب اور مذہبی علوم سے بھی شناسا تھے۔ ان کی تعلیمی مہارت کا نتیجہ تھا کہ بچپن ہی میں مولانا مرحوم کو فارسی زبان کے نثر لکھنے میں کمال اور شعر گوئی کا بھی سلیقہ ہو گیا۔

ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے تکمیل علم کیلئے دیوبند کا رخ کیا: ان کے بڑے بھائی الصیر مالٹا مولانا عزیر گل مدظلہ (تلمیذ خاص حضرت شیخ الہندؒ) پہلے ہی سے دیوبند میں حضرت شیخ الہندؒ کی آغوش تربیت میں پہنچ چکے تھے۔

بڑے بھائی کے ساتھ شیخ کو جو بے پناہ محبت اور شفقت تھی، اسکی بنا پر چھوٹے بھائی کو بھی انہوں نے ابتداء سے اپنی تربیت میں لیکر از حد شفقتوں سے نوازا۔ مولانا مرحوم کی صفات و ملکات شیخ کو بہت ہی پسند تھے۔ ان کی غیرت، شجاعت اور حیا کے ملکات کو انہوں نے اپنی فراست سے

نگاہ اوّلین میں معلوم کر لیا تھا۔ مولانا مرحوم کی جفاکشی اور سپاہیانہ انداز جو دونوں بھائیوں کو اپنے والد کی مخصوص تربیت سے نتیجہ میں ملا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے لئے کشش کی چیز تھی۔ وہ پیار سے مولانا مرحوم کو سیف الملوک کے نام سے پکارتے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کو اپنے رفقاء کے ساتھ جب حجاز کا سفر اور اس کے بعد اسارت مالٹا کی ابتلاء پیش آئی، تو یہ عرصہ والد مرحوم کے لئے بھی سخت آزمائش کا ثابت ہوا ۔۔۔ یہ سیاسی رقابتوں کا زمانہ تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ کی سیاست سے دارالعلوم کے بعض ذمہ داران کو اتفاق نہیں تھا۔ لیکن ان کی شخصیت کے احترام میں خاموش رہنا پڑتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ کے رفقاء بھی کچھ لوگوں کی نگاہوں میں مخدوش ہوتے تھے۔ لیکن شیخ کے لحاظ کی بناء پر ان کا وجود برداشت کیا جاتا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے اس سفر پر روانگی سے قبل مولانا مرحوم کو تنہائی میں بلا کر کچھ نصیحتیں کیں اور فرمایا کہ میرے بعد ہو سکتا ہے کہ آپ کو کچھ لوگوں کی طرف سے ابتلاء پیش آ جائے۔ ایسے موقعہ پر مقابلے کا بالکل نہیں سوچنا بلکہ خاموشی کے ساتھ کسی دوسرے مدرسہ میں داخلہ لیکر اپنی تعلیم جاری رکھنا۔

مولانا مرحوم کو اپنا کوئی قصور معلوم نہیں تھا جس کی بناء پر ان کو اس قسم کے حالات سے واسطہ پڑ سکتا تھا۔ اس لئے ان کو شیخ کی بات پر کچھ تعجب بھی ہوا، لیکن اس مردِ مومنؒ کی فراست بالکل صحیح تھی۔ جونہی آپ انکے آغوش سے کچھ عرصہ کیلئے جدا ہوئے تو حالات ان کے حق میں بالکل تبدیل ہو گئے۔ اور بالآخر انہیں ان سیاسی رقابتوں کا شکار ہو کر دارالعلوم کو خیر باد کہنا پڑا۔

اس کے بعد انہوں نے ہندوستان کے مختلف مدارس میں داخلہ لینے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت شیخ الہندؒ کی سیاست سے اختلاف رکھنے والے تمام مدارس کی طرف سے انکو یہ جواب ملتا تھا کہ حضرت مولانا عزیر گل جو حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت کیلئے سفر پر ساتھ ہی روانہ ہو گئے تھے کے بھائی ہونے کی وجہ سے آپ کے وجود سے ہم خطرہ محسوس کرتے ہیں۔

بعض مدارس نے لاعلمی میں اگر داخلہ دیا بھی تو علم ہونے کے بعد پھر نکال دیا۔ مولانا مرحوم جن مدارس کا نام لیتے تھے، ان میں سہارنپور، بھوپال اور میندھو کے مدارس بھی تھے۔ بالآخر انہیں گلاوٹی اور مراد آباد کے مدارس میں تعلیم جاری رکھنے کا موقعہ ملا۔ مراد آباد میں علوم عقلیہ کی تحصیل انہوں نے اس وقت کے ایک مشہور ماہر فن عالم مولانا عبدالسلام قندھاریؒ سے کی۔ نیز ان علوم کی تحصیل کے لئے انہوں نے علاقہ چھچھ کا سفر بھی کیا۔ اور وہاں کے نامور اساتذہ سے علوم حاصل کئے۔ طالب علمی کے اس عرصہ میں انہوں نے تحریک ہجرت میں شامل ہو کر کچھ عرصہ کیلئے اپنے مخلص دوست حکیم سید الابرار مردانی کے ساتھ کابل ہجرت ہو

رہی تھی ۔ حضرت شیخ الہندؒ کی واپسی پر دوبارہ مولانا مرحوم کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ آسان ہوگیا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد داخلہ لیکر۔

بقیہ علوم کی تکمیل انہوں نے دیوبند میں کی۔ دورۂ حدیث انہوں نے شیخ الہندؒ کے وصال کے بعد حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے پڑھا۔ علامہ کشمیری کے علاوہ دیوبند میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور چھوٹی کتابوں میں مولانا ابراہیم بلیاوی اور مولانا اعزاز علیؒ سے بھی انہوں نے شرف تلمذ حاصل کیا۔

فراغت کے بعد ہندوستان کے مختلف مدارس میں تدریس کی پھر دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مدرسی کیلئے دعوت آئی۔ جو انہوں نے بڑے بھائی کے حکم سے قبول کی۔ اور تقسیم ملک تک تقریباً پندرہ سال درجہ علیا کے مدرس رہے۔

مرحوم کی والہانہ عقیدت کا تعلق شیخ الہندؒ کے بعد ان کے جانشین برحق شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے تھا۔ اور سیاسی مسلک میں بھی انہی کے ہمنوا رہے۔ حضرت مدنیؒ کو بھی ان سے محبت تھی۔ مولانا مرحوم سفر و حضر میں حضرت مدنی کے رفیق رہتے تھے۔ سیاسی ہنگاموں کے دنوں میں مخالفین کی طرف سے گوناگوں اذیتیں برداشت کیں۔ مگر اپنے مقتداء اور محبوب شیخ کا ساتھ نہ چھوڑا

جب اس سیاسی مخالفت کا بازار گرم تھا۔ تو اس وقت کے ایک مشہور عالم دین (حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب) نے اپنے سیاسی موقف کو شرعی اور علمی ادلہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی جسکے جواب میں "نفع المہتدی" کے نام سے مولانا مرحوم نے ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں ان کے ادلہ کے توڑ اور اپنے موقف کا علمی براہین کے ساتھ اثبات تھا۔ یہ رسالہ علمی حلقوں میں بہ سراہا گیا۔ مرحوم نے حضرت مدنیؒ کے زیر ہدایت اے۔ پی فقیر مرحوم کی تحریک آزادی میں بھی کام کیا۔ اور مال کی فراہمی میں دوڑ دھوپ اور اپنا اثر رسوخ خوب استعمال کیا تھا۔

تقسیم ملک کے بعد مرحوم نے اپنے گھر پر قیام کا فیصلہ کر لیا۔ دیوبند کا ماحول اور حضرت مدنیؒ کی رفاقت چھوٹنے کے بعد کسی اور جگہ کام کرنے کیلئے طبیعت امادہ نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ ملک میں نو بنیاد قائم شدہ مختلف مدارس کی طرف سے بہ اصرار دعوتیں آئیں، لیکن انہوں نے قبول کرنے سے معذرت کی، لیکن باوجود اس کے ۱۹۵۰ء میں وہ حضرت مدنیؒ کے ارشاد پر کراچی کے مولانا صادق مرحوم کے مدرسہ مظہر العلوم میں جو حضرت مدنیؒ کے رفقاء میں سے تھے، صدر مدرس پر ایک سال کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں دورۂ حدیث کا افتتاح کیا۔

۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۴ء میں وہ مدرسہ اسلامیہ چارسدہ میں شیخ الحدیث رہے۔ یہ مدرسی انہوں

نے اپنے شاگرد میاں محمد شفیق صاحب جو اس مدرسہ کے مہتمم تھے کے شدید اصرار سے مجبور ہو کر قبول کی تھی۔ انہوں نے اپنے دار العلوم کی کامیابی کے لئے مولانا مرحوم کو مجبور کیا تھا۔ مرحوم نے دو سال تک یہ خدمت تبرعاً انجام دی۔ نہ صرف یہ کہ مدرسہ سے تنخواہ نہیں لی بلکہ اپنے تمام اخراجات بھی خود برداشت کرتے رہے۔

۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۳ء میں وہ مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث رہے۔ یہ مدرسی انہوں نے اپنے عزیز اور مخلص دیرینہ دوست حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہٗ کی خواہش سے مجبور ہو کر قبول کی تھی، لیکن دو سال کے بعد انہوں نے اپنی عمر کے پیش نظر مزید استفادہ سے معذوری ظاہر کر دی۔

چنانچہ اس کے بعد انہوں نے مستقل طور پر اپنے آبائی قصبہ زیارت کا کا صاحب میں قیام اختیار کیا۔ یہ وقت زیادہ تر مطالعہ میں گزرتا تھا۔ اور تلامذہ کے ساتھ جو ملاقات کیلئے آتے رہتے تھے، علمی گفتگو ہوتی تھی۔

مرحوم نے مولانا مودودی کے مسلک پر تبصرہ کے طور پر ایک کتاب ایضاح فتاویٰ کے نام سے تالیف کی ہے۔ یہ کتاب علمی حلقوں میں مقبول ہوئی ہے۔

مرحوم گذشتہ تین سال سے علیل تھے۔ مختصر وقفے کے ساتھ تین سال تک مسلسل بخار آتا رہا۔ نیز قلب اور جگر کی بیماری بھی تھی، دو بار ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ لیکن بیماریوں کی پوری تشخیص سے ڈاکٹر عاجز رہ گئے۔ علالت کے ایام میں انہوں نے اپنی سہولت کے پیش نظر میانگانو کلے (سخاکوٹ) کے قیام کو ترجیح دی۔ اولاد یہاں پر پہلے سے مقیم تھی اس لئے خدمت اور علاج کی سہولت یہاں زیادہ تھی۔ چنانچہ ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۷۴ء کو اسی گاؤں میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ دوسرے روز نماز جنازہ پڑھائی گئی اور گاؤں کے عام قبرستان میں تدفین ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اطلاع کا اہتمام مرحوم کے ذوق کو ملحوظ رکھ کر نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن پھر بھی علاقے کے علماء صالحین اور رؤساء عام مسلمان بڑی تعداد میں جنازہ میں شریک ہوئے۔ تدفین کے فرائض نہایت سادگی اور شرعی طریقہ کے مطابق انجام دئیے گئے۔ ہر قسم کی رسومات کو ترک کر کے ایصال ثواب کیلئے مناسب طریقے اختیار کئے گئے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک نے اس موقعہ پر مختصر تقریر میں رسومات کے ترک کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور حضرت مرحوم کے علمی مقام کو پورے علمی طبقہ کی طرف سے خراج تحسین پیش کیا۔

(ع - ا - ک)